تاریخ ہندوستان اور اسکا مصنف

جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب صدر شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی
لاہور

"تاریخ ہندوستان" کا ایک نادر مخطوطہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری۔ لاہور میں محفوظ ہے۔ اسکا کوئی دوسرا نسخہ آج تک دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا۔ یہ مخطوطہ سید احمد شاہ بٹالوی کی تصنیف ہے جسے ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں رجب علی ولد حاجی شاہ ساکن بٹالہ نے تحریر کیا تھا۔ یہ نسخہ مصنف کے فرزند سید حسین شاہ نے لائبریری کی نذر کیا تھا۔ اس مخطوطہ کے ۴۶۸ ورق ہیں اور ہر ورق پر ۱۷ سطریں ہیں عام طور پر یہ مخطوطہ "تاریخ ہندوستان" کے نام سے معروف ہے لیکن مصنف نے متن میں اس کا نام "تاریخ مشتمل بر احوال ہند و ملوک آن" تحریر کیا ہے۔

مصنف کا خاندان | فاضل مصنف کا تعلق بٹالہ (ضلع گورداسپور) کے ایک عظیم روحانی خاندان سے ہے۔ اس کے مورث اعلیٰ سید عنایت شاہ کو شاہ جہاں نے بٹالہ شہر اور اس کے گرد و نواح کا قاضی مقرر کیا تھا ۱؎ اس کی وفات کے بعد اس کے فرزند ابوالفرح محمد فاضل الدین نے قادری سلسلے میں شیخ محمد افضل کلانوری (م ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۲ء) کی بیعت کر لی ۲؎ شیخ موصوف نے

۱؎ گرفن اور میسی، تذکرہ رؤسائے پنجاب، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء، ج ۲، ص ۶۰

۲؎ مفتی غلام سرور، حدیقۃ الاولیا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۶۴

خرقۂ خلافت شیخ محمد طاہر لاہوری (م ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء) مرید حضرت ابو محمد قادری (م ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء) سے حاصل کیا تھا [53] شیخ محمد طاہر لاہوری امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مرید اور ان کے صاحبزادوں کے استاد تھے۔ [54] ان کا مزار قبرستان میانی صاحب لاہور میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد فاروقیؒ سے چشتی نسبت، خواجہ باقی باللہؒ دہلوی سے نقشبندی نسبت اور حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے قادری نسبت اخذ کی تھی۔ شیخ محمد طاہر لاہوریؒ پر مجدد صاحبؒ کی قادری نسبت غالب آئی اور انہی کے ذریعے یہ سلسلہ آگے چلا۔

سید محمد فاضل الدین شریعت اور طریقت میں قدم راسخ رکھتے تھے [55] انہوں نے بٹالہ میں مدرسہ، مسجد اور خانقاہ کی بنیاد رکھی اور لنگر جاری کیا [56] موصوف پڑھے لکھے شخص تھے اور ان کی تمام عمر درس و تدریس میں گذری۔ وہ اردو میں شعر کہتے تھے اور انہوں نے چالیس کتابیں اور رسالے اپنی یادگار چھوڑے ہیں [57] انہوں نے ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء میں وفات پائی اور کلانور (جہاں اکبر کی تخت نشینی کی رسم ادا ہوئی تھی) میں اپنے مرشد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

مصنف کا پردادا | احمد شاہ کا پردادا غلام قادر شاہ ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء میں اپنے والد ابوالفرح محمد فاضل الدینؒ کی وفات کے بعد ۲۷ سال کی عمر میں مسند نشین ہوا۔ وہ "ہندوی"

---

[53] خورشید حسین بخاری۔ تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۳۲۰

[54] محمد ہاشم کشمی۔ زبدۃ المقامات، مطبوعہ نولکشور کانپور ۱۸۹۰ء ص ۳۴۶

[55] فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، مطبوعہ نولکشور کانپور ۱۳۲۴ھ، ص ۴۴۳

[56] احمد شاہ، تاریخ ہندوستان، ورق ۱۹۵ ب

[57] محمود شیرانی، پنجاب میں اردو، مطبوعہ مکتبہ معین الادب لاہور، ص ۳۱۴

اور فارسی کا قادر الکلام شاعر تھا اور غلام تخلص کرتا تھا۔ اس کا پنجابی کلام بھی ملتا ہے۔ [9] اس نے رمز العشق کے عنوان سے ہندوی نظم میں تصوف کے موضوع پر ایک بلند پایہ کتاب تصنیف کی تھی جسے مجلس ترقی ادب لاہور نے ۱۹۷۲ء میں شائع کر دیا ہے۔ شمس الدین قادری نے اسرار العشق کے عنوان سے اس کی شرح لکھی تھی جو ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۳ء میں امرتسر سے طبع ہو چکی ہے۔ غلام قادر شاہ کے پوتے سید محمد شاہ نے عربی اور فارسی میں رمز العشق کی شرح لکھی تھی جس کا حافظ انور علی رہتکی نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ [10] موجودہ سجادہ نشین سید بدر محی الدین نے حال ہی میں جواہر التصوف کے عنوان سے رمز العشق کی شرح طبع کی ہے۔ جس کثرت سے رمز العشق کی شرحیں لکھی گئی ہیں اس سے اس کی مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

غلام قادر شاہ کے احمد شاہ ابدالی کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات تھے۔ ایک بار جب شاہ پنجاب آیا تو بٹالہ کے زمیندار آپ سے سفارش کی غرض سے شاہ کے پاس لکھوا لے گئے۔ شاہ نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کی خدمت میں گھوڑا اور خلعت پیش کر کے اپنے حق میں دعا کی التجا کی۔ [11] ایک بار غلام قادر شاہ چھ ماہ تک احمد شاہ ابدالی کے ساتھ لاہور میں مقیم رہا۔ احمد شاہ ابدالی کے وزیر شاہ ولی خاں اور سپہ سالار خاں جہاں خاں کی بھی غلام قادر شاہ کے درمیان خط و کتابت رہتی تھی سید احمد شاہ لکھتا ہے کہ ابدالی نے اس کے فرزند غلام غوث شاہ کو تعزیتی خط بھی بھیجا تھا۔ [12]

---

[9] احمد شاہ، تاریخ ہندوستان، ورق ۲۱۸ ب۔

[10] گوہر نوشاہی۔ مثنوی رمز العشق، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۲ء، دیباچہ ص ب

[11] احمد شاہ، تاریخ ہندوستان، ورق ۲۱۱ ب

[12] ایضاً۔ ورق ۲۱۷ ب۔

غلام قادر شاہ نے ۲۵ سال تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس نے ۱۱۸۵ھ/۱۷۷۲ء میں ۵۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور بٹالہ میں دفن ہوا۔

مصنف کا دادا | غلام قادر شاہ کی وفات کے بعد اس کا فرزند سید غلام غوث ۲۰ سال کی عمر میں مسند نشین ہوا۔ اس نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پائی اور تیر اندازی، شہسواری اور اسلحہ کے استعمال میں نام پیدا کیا۔ اس نے متعدد بار سکھوں کا مقابلہ کیا۔ [۱۲]

غلام غوث کو مسند نشین ہوئے ابھی ایک سال ہی گذرا تھا کہ رام گڑھیہ مثل کے سکھوں نے بٹالہ پر حملہ کیا۔ غلام غوث نے اس حملے کے وقت موکیریاں میں پناہ لی۔ اس کی جاگیر، جس میں سات آٹھ گاؤں شامل تھے۔ سکھوں کے قبضے میں چلی گئی۔ موکیریاں میں قیام کئے اسے ابھی چھ ماہ ہی گذرے تھے کہ جے سنگھ کنہیہ موکیریاں پر حملہ آور ہوا۔ کنہیوں کی آمد کی خبر سنتے ہی غلام غوث موکیریاں سے ترک سکونت کر کے بٹالہ چلا آیا۔ کیونکہ اس کی نظروں میں رام گڑھیئے کنہیوں سے شقاوت میں کم تھے۔ جب کنہیا مثل کے سکھوں نے رام گڑھیوں سے بٹالہ چھینا تو گوربخش سنگھ کنہیا نے غلام غوث کو قید کر لیا۔ لیکن وہ چار ماہ بعد کمند کے ذریعہ قید خانے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ قید خانے سے فرار کے بعد وہ امر سنگھ بگہ حاکم فیض پور کے پاس چلا گیا امر سنگھ نے سپاہیوں کا ایک دستہ اس کی حفاظت کے لئے مامور کیا اور یوں وہ بحفاظت دھرم کوٹ پہنچ گیا۔ پنجاب کے سیاسی حالات سکھوں کی باہمی چپقلش کی وجہ سے بڑے ابتر ہو رہے تھے۔ اس لئے غلام غوث نے کابل چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ [۱۳]

اثنائے سفر وزیر آباد کے قریب رنجیت سنگھ کے والد سردار مہان سنگھ سے

[۱۲] احمد شاہ، تاریخ ہندوستان، ورق ۲۲۰-ب

[۱۳] ایضاً ورق ۲۲۲ الف [۱۴] ایضاً ورق ۲۲۴ الف

اس کی ملاقات ہوئی۔ مہان سنگھ نے اس کی بڑی عزت کی اور اس کی خاطر جے سنگھ کنہیا سے لڑنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ مہان سنگھ نے غلام غوث سے کہا کہ وہ بٹالہ فتح کر کے اسے دہاں آباد کرے گا۔ غلام غوث نے اسے دعا دی اور بقول سید احمد شاہ رنجیت سنگھ اسی کی دعاؤں کے طفیل کامیاب ہوا۔ [۱۵] اس ملاقات کے چند روز بعد غلام غوث نے بمرض طاعون وفات پائی۔ اس کا بیٹا اور مرید اس کی میت کلانور لے گئے جہاں اس کے جد خاکی کو اس کے دادا محمد فاضل الدین کے مزار کے احاطے میں دفن کر دیا یہ ۱۱۹۸ھ ۱۷۸۴ء کا واقعہ ہے۔

غلام غوث بڑا پڑھا لکھا شخص تھا اور اس میں اس کے باپ دادا کے تمام اوصاف موجود تھے۔ اس کا اردو اور فارسی کلام موجود ہے۔ [۱۶]

<u>مصنف کا والد</u> احمد شاہ کا والد ابو احمد محمد شاہ صاحب ذوق انسان تھا جب اس کے والد غلام غوث نے کابل کی طرف ہجرت کی تو وہ اس کے ہمرکاب تھا جب اس کے والد نے اثنائے سفر وزیر آباد میں وفات پائی تو وہ اس کی میت کلانور لے گیا وہاں کی تدفین کے بعد اس نے بٹالہ سکونت اختیار کی۔ اس وقت اس کا خاندانی مدرسہ اور دوسری وقف املاک سکھوں کے قبضے میں تھیں۔

اُسے بٹالہ میں سکونت اختیار کئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ جے سنگھ کنہیا۔ اس کے درپے آزار ہوا۔ ان حالات میں وہ بٹالہ کی سکونت ترک کر کے ملتانی چلا گیا۔ اتفاق سے انہی دنوں رام گڑھیوں اور کنہیوں کے درمیان ایک خونریز معرکہ ہوا۔ جس میں جے سنگھ کنہیا کا اکلوتا بیٹا گوربخش سنگھ مارا گیا اور بٹالے پر رام گڑھیوں کا قبضہ ہو گیا۔

---

[۱۵] احمد شاہ' تاریخ ہندوستان ورق ۲۲۴ ب [۱۶] ایضاً ورق ۲۲۵ ب

گوربخش سنگھ کی کچہری میں محمد غوث نامی ایک شاعر ملازم تھا۔ اس نے اپنے ولی نعمت کی موت پر ایک پُر درد مرثیہ لکھا، جو اُس دور کی اردو کا بہترین نمونہ ہے۔ اس مرثیہ کے دو بند ملاحظہ فرمائیے:۔

کدھر ہے وہ گوربخش سنگھ پہلوان کدھر موتیاں والا ہے نوجوان
دلاور جوانمرد وہ شیرتن چکھا[۱۷] کوں اٹھا جا بنایا وطن
جوانی کے جوبن کا تھا وہ رتن نچھوڑا اجل نے کئے سو جتن
کدھر ہے وہ گوربخش سنگھ پہلوان کدھر موتیاں والا ہے نوجوان

خزینے دفینے پڑے ہی رہے دوشالہ اور لاچے دھرے ہی رہے
طویلہ میں گھوڑے کھڑے ہی رہے شتر بار زر کے گڑے ہی رہے
کدھر ہے وہ گوربخش سنگھ پہلوان کدھر موتیاں والا ہے نوجوان[۱۸]

بٹالہ پر رام گڑھیوں کا قبضہ ہوتے ہی محمد شاہ ثانی سے بٹالہ چلا آیا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد کنہیوں نے رام گڑھیوں کو شکست دے کر بٹالہ پر قبضہ کرلیا۔ محمد شاہ آئے دن کی نقل مکانی سے تنگ آچکا تھا اس لیے وہ براہ راست جے سنگھ کنہیا سے ملا اور اس کے ساتھ صلح کرلی۔ محمد شاہ نے اپنا خاندانی مدرسہ از سر نو جاری کیا اور کلانور میں اپنے بزرگوں کے مزارات کی مرمت کرائی۔ اس کے شاہ زمان والی کابل کے ساتھ بڑے اچھے مراسم تھے اور اس کے ساتھ خط وکتابت بھی رہتی تھی۔[۱۹]

---

[۱۷] چکھا پنجابی زبان میں چتا کو کہتے ہیں۔

[۱۸] محمود شیرانی، پنجاب میں اردو مطبوعہ مکتبہ معین الادب لاہور، ص ۳۵۳، ۳۵۴۔

[۱۹] احمد شاہ، تاریخ ہندوستان ورق ۲۲۹۔

محمد شاہ کو تفسیر، فقہ، منطق، اصول اور صرف و نحو پر کامل دسترس تھی۔ وہ اردو اور فارسی میں شعر کہہ لیتا تھا۔ اس کی غزلیات اور رباعیات موجود ہیں۔ اس نے کاشف الرموز کے عنوان سے اپنے دادا کی تصنیف رمز العشق کی شرح لکھی تھی۔ علاوہ ازیں اُس نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی منقبت میں "نظم غوثیہ" تصنیف کی۔ اس کی تصانیف میں شرح تحفہ رسلہ شرائف غوثیہ اور لطائف غوثیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ [20]

محمد شاہ نے ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں پینتالیس برس کی عمر میں وفات پائی اس کے دو بیٹے تھے۔ احمد شاہ صاحب تاریخ ہندوستان اور عطاء محی الدین۔ موخر الذکر احمد شاہ سے عمر میں چار سال چھوٹا اور کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ اس نے فردوسی کے شاہنامہ کے اشعار کے برابر ساٹھ ہزار اشعار میں عہد نبوی اور خلافت راشدہ کی منظوم تاریخ لکھی تھی۔ وہ زہری تخلص کرتا تھا۔ اس نے ریحان السیر کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی۔ اسے علم نجوم میں بھی مہارت حاصل تھی۔ عطاء محی الدین نے عین جوانی کے عالم میں تیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ [21]

"تاریخ ہندوستان" کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ احمد شاہ کے تمام خاندان کو تاریخ نویسی کے ساتھ دلچسپی تھی۔ اُسے بھی یہ ذوق اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملا تھا۔

احمد شاہ مصنف تاریخ ہندوستان | بٹالہ کے قادری خاندان کا چوتھا سجادہ نشین سید احمد شاہ ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں مسند نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔ احمد شاہ نے قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے خاندانی دستور کے مطابق ابتدائی

[20] احمد شاہ، تاریخ ہندوستان ورق ۲۳۲ الف

[21] ایضاً ورق ۲۳۴ الف

تعلیم اپنے والد سید محمد شاہ سے حاصل کی۔ اس کا حافظہ بلا کا تھا۔ وہ اپنے بارے میں رقمطراز ہے کہ اس نے اٹھارہ برس کی عمر میں مطول جیسی مشکل کتاب پڑھ لی تھی۔ [۲۲]
احمد شاہ نے گجرات، سیالکوٹ، جموں، کشمیر، جالندھر، ہوشیارپور اور لدھیانہ کے بکثرت دورے کئے اور طریقۂ قادریہ فاضلیہ کی اشاعت کی۔ [۲۳] وہ بٹالہ میں اپنے بزرگوں کا قائم کردہ مدرسہ چلاتا رہا۔ علاوہ ازیں اس نے مدرسہ اور خانقاہ کی عمارتوں میں اضافہ کیا اور کلانور میں شیخ محمد افضلؒ اور سید غلام غوث کے مزاروں کے قریب مسجد اور مسافرخانہ تعمیر کیا۔ اس کی کوششوں سے بہت سے غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے۔ [۲۴]
مفتی علی الدین صاحب عبرت نامہ کے احمد شاہ کے ساتھ بڑے اچھے مراسم تھے۔ اس کا کہنا ہے کہ ہزاروں لوگ اس کے مرید تھے اور وہ عوام الناس میں "میاں صاحب" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ [۲۵] اس خاندان کے افراد خود کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن عوام ان کے اس دعویٰ سے مطمئن نہ تھے۔ مفتی علی الدین اس ضمن میں لکھتے ہیں: "از حضرت والا یعنی حضرت محمد فاضل شاہ تا الغایت محمد شاہ بقومیت دیگر مشہور بودند و میاں صاحب حضرت احمد شاہ بیان فرمودند کہ بعد امضای دو صد سال حالا بالتحقیق بر حقیقت حسب و نسب وقوف یافتیم کہ اصل ما از نسب محبوب سبحانی است۔ کہ آنحضرت صحیح الطرفین یعنی از جانب والد حسنی اند و از جانب مادر ماجد حسینی اند۔ اگر شخصی در حسب و نسب ایشان تفاوت

---

۲۲ احمد شاہ، تاریخ ہندوستان، ورق ۲۳۳ الف

۲۳ بدر محی الدین، قرطاس المعارف، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۲۷

۲۴ ایضاً ص ۲۹

۲۵ مفتی علی الدین۔ عبرت نامہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء ج ۲، ص ۱۲

نماید محض کافر و مرتد است۔" ؎۲۶

یہ عجیب بات ہے کہ دو سو برس تک تو اُس کے آبا و اجداد کے حسب و نسب پر دبیز پردے پڑے رہے اور وہ عوام میں "بقومیت دگر" مشہور رہے اور پھر یکایک احمد شاہ پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ سید عبد القادر جیلانیؒ کی نسل سے ہیں۔ اس نے صرف اس نسبی دعوی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ یہ فتویٰ بھی صادر کردیا کہ اب اگر کوئی شخص اس کے حسب و نسب کے بارے میں شک و شبہ کا اظہار کریگا تو وہ کافر و مرتد ٹھہرے گا۔

احمد شاہ کے رنجیت سنگھ کے ساتھ بڑے اچھے مراسم تھے۔ رنجیت سنگھ نے جب ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء میں گوربخش سنگھ کنہیا کی بیوہ سدا کور سے بٹالہ چھینا تو وہ بنفس نفیس بٹالہ آیا اور شمشیر خاں کے تالاب کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اس سے قبل احمد شاہ کا دادا غلام غوث وزیر آباد میں رنجیت سنگھ کے والد سردار مہاں سنگھ سے مل چکا تھا اور بقول احمد شاہ رنجیت سنگھ اس کے دادا کی دعاؤں کے طفیل ہی پنجاب کا حاکم بنا تھا۔ ان پرانے تعلقات کی بنا پر رنجیت سنگھ نے احمد شاہ کی بڑی عزت کی۔ دوسری بار لاہور میں ان دونوں کی ملاقات ہوئی ؎۲۷ احمد شاہ نے "تاریخ ہندوستان" میں ان ملاقاتوں کی تفصیل قلم بند کی ہے جس سے رنجیت سنگھ کے پنجاب کے پیروں کے ساتھ تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔

احمد شاہ نے اپنے پردادا کی مثنوی رمز العشق کا "ہندوی" نظم میں ترجمہ کیا تاریخ ہندوستان کے علاوہ اس نے تاریخ کے موضوع پر احوال سلاطین ہند

؎۲۶ مفتی علی الدین، عبرت نامہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء، ۲۵ ص ۴

؎۲۷ احمد شاہ، تاریخ ہندوستان، ورق ۹۳۴ الف، ۹۳۴ ب

اور تواریخ ہند کے عنوان سے دو کتابیں قلم بند کی ہیں۔ افسوس کہ اس خاندان کا علمی سرمایہ تقسیم ہند کے وقت ہنگاموں کی نذر ہو گیا۔ خدا جانے ۱۹۴۷ء میں کتنے موتی خاک میں رل گئے۔ احمد شاہ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے سے مترشح ہوتا ہے کہ سیاسی طالع آزما اس کی دعاؤں کے طالب رہتے تھے۔

احمد شاہ کے کیپٹن ریڈ اور لیفٹیننٹ فرے کے ساتھ بڑے دوستانہ تعلقات تھے۔ یہ دونوں آفیسرز لدھیانہ میں، جو اس زمانے میں انگریزوں کی بڑی اہم فوجی چھاؤنی تھی، مقیم تھے۔ لیفٹیننٹ فرے کے ایما پر ہی اس نے "تاریخ ہندوستان" تحریر کی تھی۔ احمد شاہ ان انگریز افسروں کو رنجیت سنگھ کے دربار کے کوائف سے باخبر رکھتا تھا۔ انگریزوں نے جب پنجاب پر قبضہ کیا تو احمد شاہ کی وفادارانہ خدمات کے صلے میں اس کے فرزند اور جانشین محمد حسین کو جاگیر عطا کی۔ انگریزوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ خاندان ہمیشہ ان کا وفادار رہا ہے۔ [۲۸]

میرے اندازے کے مطابق احمد شاہ نے ۱۸۳۴ء کے لگ بھگ ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی اور بٹالہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوا۔ احمد شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد حسین شاہ مسند نشین ہوا۔ ۱۹۴۷ء تک بٹالہ میں ان کی گدی موجود تھی۔ آزادی کے بعد جب مشرقی پنجاب سے مسلم آبادی نے پاکستان کی طرف ہجرت کی تو اس خاندان کے افراد بھی لاہور چلے آئے۔

تاریخ ہندوستان | تاریخ ہندوستان، جس کا نام متن میں ــ تاریخ مشتمل بر احوال ہند و ملوک آں ـ آیا ہے، سکھوں کے ابتدائی دور کی بڑی اہم تاریخ

---

[۲۸] گرفن اور میسی، تذکرہ روسائے پنجاب مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء ج ۲، ص ۶۰، ۶۱

ہے۔ ابتداء میں مصنف نے ہندوستان کے جغرافیائی حالات تحریر کئے ہیں اور اس ضمن میں مختلف اقالیم کا ذکر کیا ہے۔ مصنف نے صوبہ اودھ، صوبہ گجرات، صوبہ کشمیر کے حالات مختصراً اور صوبہ لاہور کے حالات تفصیلاً قلمبند کئے ہیں۔

صوبہ لاہور کو اس نے مختلف دوآبوں میں تقسیم کیا ہے اور پھر ہر دوآبے کے اہم شہروں اور قصبوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جب وہ کسی شہر کا ذکر کرتا ہے تو وہاں کے باشندوں کے عادات واطوار بھی لکھتا ہے۔ مصنف کا تعلق چونکہ دوآبہ باری سے تھا۔ اس لئے اس دوآبے کے حالات اس نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ نقل کئے ہیں۔ مصنف نے اپنے آبائی وطن بٹالہ کو بڑی اہمیت دی ہے اور ۴۴ اوراق اس شہر کے لئے وقف کئے ہیں [۱۲۹] بٹالہ کے ضمن میں ہی اس نے اپنا اور اپنے اکابر کا ذکر کیا ہے۔

مصنف اور اس کے اکابر جس دور سے گذرے ہیں وہ بڑا ہی اہم دور تھا احمد شاہ ابدالی کے حملوں، مختلف سکھ مثلوں کے عروج، سکھوں اور افغانوں کی آویزش کے لئے اس مخطوطہ کا مطالعہ ناگزیر ہے، مصنف کا لب ولہجہ اس دور کے مسلم تاریخ نویسوں کی نسبت قابل تعریف ہے۔ اس کے بزرگوں کو کنہیا مثل کے ہاتھوں بڑے مصائب برداشت کرنا پڑے تھے۔ اس لئے اس نے صرف انہیں ہی - بدنہاد وبد نژاد - لکھا ہے [۱۳۰] احمد شاہ رقمطراز ہے کہ کنہیوں کے عہد میں بٹالہ میں شدید قحط رونما ہوا جس میں ہزاروں انسان لقمۂ اجل بنے۔ بٹالہ کی گلیوں اور بازاروں میں چاروں طرف لاشیں ہی نظر آتی تھیں [۱۳۱]

---

[۱۲۹] احمد شاہ، تاریخ ہندوستان، ورق ۱۹۱ الف تا ۲۳۵ ب

[۱۳۰] ایضاً، ورق ۲۲۲ الف

[۱۳۱] ایضاً۔

کنہیوں نے ایک بار ذبیحۂ گاؤ کو بہانہ بنا کر موکیریاں میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ ۳۲

سکھ اپنی تاریخوں میں مسلمانوں کے مظالم کے واقعات بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے عادی ہیں اور وہ خود کو بڑا معصوم اور مظلوم ظاہر کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ بندہ بیراگی کو بھی۔ جس نے چنگیز اور ہلاکو کی یاد تازہ کر دی تھی، مظلوم کے روپ میں ہی پیش کرتے ہیں۔ احمد شاہ کی تاریخ ہندوستان اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم اور چیرہ دستیوں کے واقعات عام ہیں۔

سکھوں نے اپنے دور میں لاہور کی مساجد، مقابر اور مدارس کے ساتھ جو ظلم روا رکھا تھا، اس کی ایک جھلک تاریخ ہندوستان میں نظر آتی ہے۔ احمد شاہ لکھتا ہے کہ رام باغ کی تعمیر کے وقت سکھ لاہور کی۔ نہایت مکلف عمارتوں کے پتھر اکھاڑ کر امرتسر لے گئے تھے ۳۳

حضرت میاں میر لاہوریؒ کے مرید اور خلیفہ ملا شاہ بدخشی بڑے مرتاض بزرگ تھے۔ دارا شکوہ اور شہزادی جہاں آرا نے سکینۃ الاولیا اور رسالہ صاحبیہ میں ان کے حالات بڑی تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ ان کا مزار کھنڈر کی صورت میں آج بھی موضع میاں میر میں سکھوں کی چیرہ دستیوں پر نوحہ کناں ہے۔ احمد شاہ رقمطراز ہے کہ ایک بار وہ رام باغ امرتسر کی سیر کے لئے گیا تو اس نے وہاں یہ منظر دیکھا۔

لوح مزار ملا شاہ را کہ آیات قرآن و اسمائے حسنیٰ بخط نسخ در غایت خوشخطی — ملا شاہ بدخشی کی لوح مزار جس پر قرآنی آیات اور اللہ تعالیٰ کے نام خط نسخ میں بڑے

---

۳۲ احمد شاہ، تاریخ ہندوستان، ورق ۲۲۲ الف

۳۳ ایضاً ورق ۱۸۴ الف

برآن کندیده و نوشته بودند، دیدم که دریک گوشه این باغ افتاده بود و ہنود با پاپوشہا برآن می نشستند و بی ادبی می فمودند .۳۴	خوب صورت انداز میں لکھے ہوئے تھے باغ کے ایک گوشے میں نظر آئی ۔ہندو جوتوں سمیت اس پر بیٹھے ہوئے اس کی بے ادبی کر رہے تھے ۔

تاریخ ہندوستان میں ضمناً بھنگیوں کی توپ کا ذکر بھی آگیا ہے ۔اس زمانے میں اسے "سنگھاں والی توپ" کہتے تھے ۔۳۵ بھنگیوں کی توپ غالباً بعد کی اختراع ہے یہ توپ آج بھی لاہور میں مال روڈ پر پنجاب یونیورسٹی کے سامنے ایک خوبصورت چبوترے پر نمائش کے لئے رکھی ہوئی ہے ۔

فاضل مصنف نے "ذکر گوروان و ابتدائی سنگھاں و مذہب الیشان" کے عنوان کے تحت سکھ گوروؤں، بندہ بیراگی، نہنگوں، مختلف مثلوں اور سکھوں کے حالات تحریر کئے ہیں ۔اس نے رنجیت سنگھ کا بھی خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ اپنی دو ملاقاتوں کی تفصیل بھی بیان کی ہے ۔سکھ مذہب اور گوروؤں کے حالات کے ضمن میں دو باتیں قابل توجہ ہیں ۔اولاً یہ کہ وہ سکھوں کو فرقۂ ہنود لکھتا ہے اور انہیں ہندوؤں سے الگ قوم تسلیم نہیں کرتا۔ ثانیاً یہ کہ وہ صرف گورو نانک کو ہی اصلی گورو تسلیم کرتا ہے اور باقی گوروؤں کو ان کے خلیفے مانتا ہے ۔ مثلاً جب وہ چوتھے گورو رامداس کا ذکر کرتا ہے تو وہ اسے رام داس خلیفۂ سوم نانک لکھتا ہے اور جہاں گورو ارجن کا ذکر کرتا ہے تو اسے گورو ارجن خلیفہ چہارم نانک لکھتا ہے ۔ ۳۶

---

۳۴ احمد شاہ، تاریخ ہندوستان، ورق ۱۸۶ الف

۳۵ ایضاً ورق ۲۲۰ ب

۳۶ ایضاً، ورق ۱۸۳ الف، ۱۸۳ ب

احمد شاہ نے امرتسر شہر کی بنیاد، وہاں کے کنٹرولوں اور بنگوں کے حالات، قلعہ گوبندگڑھ اور دربار صاحب کی تعمیر اور احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں اس کی تباہی کا ذکر بھی خصوصیت کے ساتھ کیا ہے۔ اسی طرح اس نے ترنتارن میں گوردوارہ جن کے ہاتھوں تالاب کی بنیاد کا بھی ذکر کیا ہے۔ مصنف نے ایک موقعہ پر گرنتھ صاحب کی تدوین کا بھی ذکر کیا ہے۔

آخری اہم واقعہ جو احمد شاہ نے قلم بند کیا ہے وہ سمت ۱۸۷۷ میں شہزادہ نونہال سنگھ کی ولادت ہے۔ ویسے اس نے تاریخ ہندوستان کا اختتام سمبت ۱۸۸۱ میں کیا ہے یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مصنف بکرمی، ہجری اور عیسوی تینوں سنہ استعمال کرتا ہے

احمد شاہ نے بہت سے واقعات اپنی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہوتے دیکھے تھے اور جو واقعات اس کی ولادت سے پہلے پیش آئے تھے وہ اس نے بڑے بزرگوں سے سنے تھے۔ علاوہ ازیں اس کے خاندان کے تمام لوگ پڑھے لکھے تھے اور انہیں تاریخ وادب کے ساتھ خصوصی دلچسپی تھی اور متعدد واقعات کا ریکارڈ اس کی خاندانی تصانیف میں موجود تھا۔ اس لحاظ سے یہ بڑی اہم اور قابل اعتماد تاریخ ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اتنی اہم کتاب ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ کاش دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے ٹرسٹی صاحبان یا محکمہ اوقاف اس طرف توجہ دیتا۔

فہرست کتب ادارہ ادارہ کے قواعد و ضوابط مفت طلب فرمائیے۔
جنرل منیجر ندوۃ المصنفین
اردو بازار جامع مسجد دہلی